حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ

ایک جامع صفات شخصیّت

—— ازمولانا محمد وجیہ مدرس دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار ——

ان کاملین میں سے جو وراثتِ نبوت کے حامل اور جامع الصفات ہوتے ہیں، ہمارے استاد بلکہ استاد کل اور شیخ کامل حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری نوراللہ مرقدہٗ بھی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ یا تعارف ایسا ہی ہے جیسے سورج کے سامنے ایک مدہم چراغ حضرت کی ذات ستودہ صفات کے کمالات کا بیان کرنا اہل مقام ہی کا کام ہے۔ نہ کہ گمنام بے مقام کا۔ حضرت کی شخصیت ایسی معروف و مشہور ہے۔ کہ اکناف عالم ہندو پاکستان برما و افغانستان ترکی و ایران شام و عراق مصر و حجاز سب جگہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور تلامذۃ التلامذہ علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ فیض مدت طویلہ تک مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں جاری رہا۔ پاکستان بننے کے بعد ملتان خیر المدارس میں پھر ٹنڈو الہ یار کے دارالعلوم الاسلامیہ اور اکوڑہ خٹک جامعہ اسلامیہ میں صدر مدرسی پر فائز رہے۔ ساتھ ہی ساتھ تربیت و اصلاح خلق و تزکیہ باطن کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ انور صاحب نوراللہ مرقدہٗ جیسے علم کے سمندروں سے سیراب ہو کر سمندر بنے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت تصوف حاصل کر کے امام تصوف بنے —— اللہ تعالیٰ نے وہبی اور کسبی دو قسم کے کمالات سے معمور فرمایا تھا۔ باقاعدہ مقامات تصوف طے کرنے سے پہلے ہی صاحب مقام تھے۔ ملکاتِ فاضلہ اور اخلاقِ حمیدہ سے

آراستہ اور اخلاق رذیلہ اور صفات ذمیمہ سے دور افتادہ اللہ تعالیٰ نے مادر زاد ولی بنایا تھا۔ حلم و بردباری کے پہاڑ تھے، تواضع وانکساری خاص طرۂ امتیاز تھا۔ سب کچھ ہونے کے بعد کچھ نہ سمجھنا خاص شعار تھا۔ غیبت وطعنہ زنی سے کوسوں دور اور کم سخنی وقلت کلام حضرت کا خاص حلیہ تھا۔ حرص وطمع کی نسبت سے منزہ ملاطفت اور رفق کی زینت سے مزین اور رسوخِ صفات کی دولت سے آراستہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے جبکہ حضرت تیسرا سال ہے کہ کراچی تشریف لائے تو اپنے مدرسہ میں تشریف لے جانے کی دعوت دی اس وقت حضرت مفتی صاحب نے ایک جلسہ میں حضرت کی صفت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے انتقال کے بعد ہم سب میں تغیر آیا زمانہ کے حالات سے متاثر ہوئے مگر حضرت مولانا کا کمال ہے کہ حضرت مولانا میں تغیر نہیں آیا۔ حضرت میں مخدوم ہوتے ہوئے شانِ مخدومیت سے اجتناب کلی تھا۔۔۔۔

مہمان نوازی کا خاص جذبہ، حتیٰ کہ اعلیٰ سے اعلیٰ طریق سے مہمان نوازی کے بعد بھی اس کو کم سمجھ کر معذرت فرماتے تھے۔ یہ معاملہ صرف مشہورین کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے خدام اور متعلقین کے ساتھ بھی تھا۔ مہمانوں کو دور تک رخصت کرنا یہ سب باتیں آنکھوں دیکھی اور تجربہ کثیرہ کے ساتھ متعلق ہیں۔ بارہا اس ناچیز کو خدمت اقدس میں حاضری کا اتفاق ہوا ایسا معاملہ باوجود اس احقر کی نااہلی کے فرماتے کہ احقر شرم کی وجہ سے زمین میں گڑ جاتا۔ کھانے کا اعلیٰ انتظام تمام ضرورتوں کا خاص اہتمام ایسی خدمت فرماتے کہ آدمی اس کے تصور سے بھی پانی پانی ہو جاتا ہے۔ متعدد مرتبہ دولت خانہ پر حاضری ہوئی ہر مرتبہ عجیب ونرالا برتاؤ دیکھا حضرت کی تربیت خاص کا گھر والوں پر بھی ایسا اثر تھا کہ ان کو بغیر خدمت کے چین نہ آتا تھا۔ تعجب ہوگا ذرہ نوازی کا یہ حال کہ مہمان کے کپڑے دھلوانے تک کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ اپنے اوپر گذری ہوئی سناتا ہوں کہ کئی مرتبہ وہاں پر کپڑے بدلنے کا اتفاق ہوا۔ اتارے ہوئے کپڑے اصرار سے وصول فرماکر اندر دھلوائے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک مرتبہ احقر نے کپڑے اتار کر سامنے کسی جگہ نہ رکھے بلکہ بستر میں پوشیدہ کر دئیے۔ حضرت کو جب کپڑے بدلنے کا پتہ چلا جب احقر مسجد چلا گیا۔ بستر میں سے کپڑے لے کر اندر دھونے کے لئے دے دئیے۔ احقر حضرت کی اس ذرہ نوازی اور کرم گستری دیکھ کر پانی پانی ہو گیا مگر دم مارنے کی اس ناچیز کو کہاں گنجائش تھی ایک مرتبہ حضرت کے اکوڑہ خٹک کے قیام کے دوران احقر کا اکوڑہ میں حاضری کا اتفاق ہوا، ذرہ نوازی میں کوئی حد نہ چھوڑی۔ حتیٰ کہ اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لئے

تشریف لائے اور جب تک گاڑی نہ چھوٹی واپس تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت کو اخلاق کے جس شعبہ میں دیکھا کامل اور نرالا پایا ؂

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کاملپوری کیا کامل پورے ہیں۔ کیسی جامع تعریف جامع الفاظ میں فرمائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے احقر کو بچپن ہی سے تعارف حاصل تھا۔ ایک مرتبہ احقر کے وطن ٹانڈہ میں بسلسلہ جلسہ والد صاحب کی دعوت پر اہل علم و فضل کا اجتماع ہوا اس وقت احقر کی عمر ۹، ۱۰ سال کی تھی۔ شوق پیدا ہوا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ان حضرات میں بڑے کون ہیں، والد صاحب اور دیگر بعض حضرات سے دریافت کیا تو سب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مشار الیہ بالبنان بتایا۔ گو حضرت کے چہرہ مبارک کی نورانیت اس کی غمازی کر رہی تھی، چونکہ زیادہ شعور نہ تھا اس لئے جیسا بتلایا گیا اسی پر علم اجمالی رکھا اللہ تعالیٰ نے کچھ زمانہ کے بعد سہارنپور بسلسلہ تعلیم حاضر ہونے کا موقع عنایت فرمایا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے بیعت کی درخواست کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجازین میں سے کسی ایک سے اصلاحی تعلق کی شرط کے ساتھ درخواست کو منظور فرمایا۔ چنانچہ احقر نے دوسرے اکابر سے مشورہ کے بعد حضرت کو تعلق کے لئے منتخب کیا۔ لہٰذا یہاں سے اصلاحی تعلق حضرت سے شروع ہوا۔

اسی اثناء میں حضرت سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ تین سال تک مختلف علوم و فنون، منطق، فلسفہ اصول فقہ کی اعلیٰ کتب اور خصوصیت سے علم حدیث میں فیض حاصل کیا۔ لہٰذا دونوں قسم کا تعلق یعنی اصلاح باطن اور علم ظاہر کا قائم ہوا۔ پہلے اجمالی علم و تعارف کے بعد اب تفصیلی طور سے فیض یاب ہونے اور کمالات کے معلوم کرنے کا موقع ملا۔ ہر فن میں حضرت کو امام پایا۔ ہر خاص و عام کو اس دریا سے سیراب ہوتے دیکھا حضرات مدرسین کو اپنے اشکالات کو حل کراتے دیکھا۔ اور حضرات مصنفین کو اپنی تصنیفات میں اصلاح کراتے دیکھا، درس میں عجیب و غریب کیفیت پائی۔ چٹکلوں اور چند الفاظ میں بڑے بڑے اشکالات کو حل ہوتے دیکھا، تقریر میں وہ جامعیت اور کمال کہ کسی کو شرح یا حاشیہ سے کوئی اشکال کرنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی تھی۔ عدم تدبر کی وجہ سے اگر کوئی اشکال کر بیٹھتا تو اسی مجلس میں اسکو اپنے قصور فہم اور قلت تدبر کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔ اگر وسعت اور تفصیل زائد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی مسئلہ کا زیادہ بسط چاہتا تو بغیر پس و پیش کے مزید معلومات

نادرہ کا دریا موجیں مارنے لگتا تھا۔ یوں تو ہر علم میں کمال حاصل تھا کہ اساتذہ اپنے اسباق کے درمیان اشکال پیش آنے پر فوراً خدمت میں حاضر ہو کر ہر فن میں اشکال حل کر کے اپنے تلامذہ کو مطمئن کرتے تھے۔ مگر خصوصیت سے علم حدیث میں بحر زخار نظر آتے تھے۔ فقہ کے جزئیات پر بہت تفصیلی نظر تھی جو ورد زبان تھے۔ اور اصول کا پورا استحضار حاصل تھا۔

حدیث میں بڑا جامع کلام ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ اگر کوئی اور مزید تفصیل چاہتا تو اس وقت عجیب دلکش منظر ہوتا تھا اور مزید علوم کا جو دروازہ کھلتا اور نقول کا جو روانی سے بیان ہوتا اور حوالوں پر حوالے پیش فرماتے اور برجستہ ان حوالوں کے دکھلانے کا جو سلسلہ شروع ہوتا۔ ہر شخص حیرت سے انگشت بدندان ہوتا تھا۔ مقامات حوالہ کا ایسا استحضار کہ جب کتاب کھولتے تو مقام مطلوب ہی سامنے ہوتا تھا۔

جیسا کہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم چاہا کرتے تھے کہ کوئی اچھا سوال کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرے اور ہم جوابات کو سنیں اسی طرح حضرت کے درس میں ہم بھی یہی چاہا کرتے تھے کہ کوئی سلیقہ سے سوال کرنے والا سوال کرے اور ہم کو زیادہ سے زیادہ عجیب عجیب علوم حاصل ہوں۔ حضرت کے علو مقام اور بلند شخصیت کو وہی لوگ زیادہ سمجھ سکتے ہیں، جنہوں نے ان کی شان درس کو دیکھا ہو اور باطنی فیض کو حاصل کیا ہو اور پورے طور سے سمجھنا تو اہل مقام ہی کا کام ہے۔ اور اہل کمال ہی ان کے کمال کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور روحانی علو مقام کو معلوم کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو جس طرح کمالات باطنی علمی عملی عطا فرمائے تھے، جسمانی جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ چہرہ میں عجیب کشش تھی انوار کی بارش ہوتی نظر آتی تھی۔ دیکھنے سے خاص انس ہوتا تھا۔

کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور مرد حقانی کی پیشانی کا نور

زمانہ قیام سہارنپور سے حضرت سے برابر وابستگی رہی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بیعت بھی ہو گیا اور برابر اصلاحی امور میں حضرت کی رہبری حاصل رہی اور ہر مقام پر ہر مرض کے علاج میں مشکلات کو حل فرمایا اور حضرت ہی کی بدولت اپنے عیوب پر تفصیلی نظر ہوئی اور ان کے تفصیلی علاج معلوم ہوتے اور ان پر عمل کرنے کی سعی کی حضرت کی تعلیمات سے حد درجہ فیض یابی ہوئی۔ افسوس ہے کہ احقر اپنی ناکارگی کی وجہ سے ایسے چشمہ فیض سے پورا متمتع ہونے سے قاصر رہا۔ بہر حال اسی طرح چشمہ فیض جاری تھا اور ایک بڑی مخلوق اس چشمۂ علم و ہدایت سے سیراب ہو کر اپنی تشنگی بجھا رہی تھی اور حضرت کے وجود مسعود کو اپنے لئے ایک نعمت عظمیٰ سمجھ رہے تھے۔ کہ اچانک ۲۱ شعبان ۱۳۸۵ھ کو حضرت کی علالت کی خبر برادرم محترم مولانا حافظ قاری سعید الرحمٰن صاحب

خلف الرشید حضرت مولانا صاحب کے خط سے بواسطہ مولانا عبدالحمید صاحب کے موصول ہوئی جس سے قلب بے چین ہوگیا اور شدت مرض کی خبر سے اور بھی بیقراری بڑھ گئی۔ کسی طرح اس خبر کے بعد سکون حاصل نہ ہوا دوسرے ہی دن ۲۲ رشعبان کو راولپنڈی روانہ ہوکر ۲۳ رشعبان بروز جمعہ راولپنڈی پہنچا۔ ہسپتال میں حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ مرض کی شدت دیکھ کر رنج والم اضطراب وبیقراری کی کوئی انتہا نہ رہی وہ زبان جس سے علم گتھیاں سلجھتی تھیں، حدیث و تفسیر کے مسائل حل ہوتے تھے اور تصوف کے حقائق و دقائق روشن ہوتے تھے بند تھی، کلام نہ فرما سکتے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر کیا کچھ قلب پر گذری ہوگی اس ہر سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے۔ اللہ کی مرضی اور فیصلہ میں کون دم مار سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت کی کرامت دیکھئے کہ زبان کے بند ہونے کے باوجود اللہ اللہ کی آواز آتی تھی اور کئی مرتبہ صاف الفاظ میں لاالہ الااللہ بھی سنائی دیا جس کو احقر اور بعض احباب نے سنا۔

بہرحال حضرت کے لئے دوا اور دعا کا سلسلہ جاری تھا۔ معمولی سا افاقہ شروع میں معلوم ہوا مگر بعد میں وہی حال ہوا کسی نے کہا ہے: مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، احقر نے وہیں قیام کیا خدمت میں حاضر رہ کر چہرۂ انور کی زیارت ہی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ۲۷ رشعبان منگل کی رات میں حضرت کے مرض میں انتہائی شدت رہی۔ پوری رات انتہائی اضطراب اور بیقراری میں گذری ہر شخص حضرت کی اس تکلیف پر پریشان، کوئی گریہ میں مبتلا اور کسی کا چہرہ اداس اور فکرمند تھا۔ ڈاکٹر برابر آجارہے تھے۔ ایک حکیم صاحب صبح ہی کو مایوسی ظاہر کرچکے تھے۔ ڈاکٹروں نے بھی کوئی امید افزا بات نہیں کہی اور اطمینان ظاہر نہیں کیا بالآخر یہ تجویز ہوا کہ گھر ہی واپس لے جایا جائے۔ چنانچہ گاڑی کا انتظام کیا گیا۔ اس میں جناب مولانا سعیدالرحمٰن صاحب کی معیت میں احقر اور جناب اختر حسن صاحب سیکشن آفیسر اور مولوی عبدالجلیل پسر مولانا عبدالقدیم صاحب سوار ہوئے حضرت کی حالت نازک ہوچکی تھی۔ احقر برابر میں بیٹھا ہوا یٰسین شریف پڑھتا جارہا تھا۔ راستہ میں عصر کی نماز پڑھی پھر آگے چلے نزاکت حد درجہ بڑھ چکی تھی۔ گاڑی کو آہستہ کرایا، حتیٰ کہ آخری سانس آنے لگے۔ گاڑی کو رکوا کر نبض کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ آفتاب علم و ہدایت غروب ہوچکا اور داغ مفارقت دے چکے ہے

گھڑی وعدے کی جس دم آن پہنچے ٹل نہیں سکتی   خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہیں سکتی

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ للہ ما اخذ وما اعطی۔ اے اللہ تعالیٰ اس پاک طینت پاک سیرت

(باقی صــ پر)